مولانا عبدالستار فانی

عصمتِ انبیاء علیہ السلام

(۴)

فطری پاکیزگی:

انبیاء علیہم السلام کی فطرت اتنی پاکیزہ اور مطہرہ ہوتی ہے کہ ناہنجاری امت کی چھینٹیں بھی ان کے پاکیزہ اور پُر عصمت دامن پر اثر انداز ہوتی ہیں جیسا کہ قیامت کے دن "تردامن" لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس بغرضِ شفاعت آئیں گے اور شفاعت کرنے کے متعلق عرض کریں گے تو جناب عیسیٰ علیہ السلام یہ فرمائیں گے کہ میں ہرگز اس "کار" کے لائق نہیں ہوں کیونکہ میرے بعد میری قوم نے ذاتِ اقدس کے سوا مجھے معبود بنایا تھا اور "ابن اللہ" کہہ ڈالا اور "معبودِ حقیقی" کو فراموش کر دیا۔ حالانکہ اس مقام پر ان کی طرف سے معصیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر مقامِ معصیت اپنوں کی گنہگاری سے منفعل و متاثر ہوگا۔ معمولی عقل و فراست والا انسان بھی سوچ سکتا ہے کہ جہاں دوسروں کی معصیت سے تاثر و انفعال کا یہ عالم ہو، وہاں بھلا خود اس کی معصیت کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

عہدِ ایزدی:

قرآنِ مقدس میں حضرت ابراہیم السلام کے متعلق یوں ارشاد ہے:

"واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن ط قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین ۝"

جب حضرت ابراہیمؑ کو ان کے رب تعالیٰ نے آزمایا چند باتوں میں اور آپ

ان تمام باتوں میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی کہ اے پروردگار، کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ فرمایا کہ "میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں"

آیاتِ ربانی سے ظاہر ہے کہ منصبِ امامت کے مصداق و مستحق وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دنیا میں تشریف لائے، اگر ایسے ولیوں کو یہ منصب مل سکتا تو یہ کیوں فرمایا کہ "میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں"۔ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام اور عوام کالانعام میں فرق ہے اور وہ یہی ہے کہ عام لوگ معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن منصبِ رسالت اور فریضہ امامت پر فائز ہونے والے نفوسِ قدسیہ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ بھلا جو خود بحرِ معصیت میں غوطہ زن ہو، وہ منصبِ امامت اور فریضۂ رسالت سے کیا خاک عہدہ برآ ہوگا!

معیارِ انتخاب:

دامنِ رسالت کو داغِ معصیت سے داغدار کرنے یا ماننے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ عوام الناس بھی انتخاب میں کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جو ان کا پورا پورا حمایتی ہو اور جس کے ایک فیصد بھی ان کے خلاف جانے کا احتمال نہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ لوگ انتہائی طور پر "قلیل العلم" اور عدیم الفہم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں کو اپنی منتخب کردہ شخصیت کے ہاتھوں تباہ کن نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شدید مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آج ہمارے ملک کا حال ہے۔ لیکن پروردگارِ کائنات چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دنیا میں اپنی خلافت کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کرے جس سے مخلوقِ خدا تنگ ہو۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی رسالت کے لئے کسی قابل ترین شخصیت کا انتخاب اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور اسے انسانوں کی قوتِ فکر و نظر پر موقوف نہیں رکھا۔ سفارتِ الٰہیہ کا کام اس قدر اہم اور نازک ہے کہ اس میں ذرا سی کوتاہی سے کارگاہِ رسالت اور کارخانۂ نبوت زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ عرق ریز عہدہ اور زہرہ گداز منصب ان شخصیتوں کو عطا ہوا ہے جو منہاجِ اعتدال پر

گامزن اور افراط و تفریط سے بالکل کنارہ کش ہیں۔

اظہار علی الغیب :

قرآن مقدس میں فرمانِ خداوندی ہے کہ :

"عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً ۰ الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً ۰ لیعلم ان قد ابلغوا رسٰلٰت ربھم واحاط بما لدیھم واحصیٰ کل شیئ عدداً"

"وہ خدا تمام پوشیدہ باتوں کا حال جاننے والا ہے، وہ اپنے معاملاتِ غیب پر کسی کو خبردار نہیں کرتا مگر جس کو اپنا "پیام رساں" بنا کر منتخب کرلے۔ پس بلاشبہ وہ ذاتِ اقدس اپنے" ایلچی" کے آگے پیچھے (حفاظت کیلئے) نگہبان مقرر کر دیتی ہے (یعنی اُس کو اس بات سے محفوظ رکھے کہ خدا کی دی ہوئی خبر میں شیطان یا اس کا نفس دخیل و سہیم نہیں تاکہ اس میں ملاوٹ کر سکے اور اس کو شبہ پڑ جائے کہ یہ خدا کی وحی ہے یا کچھ اور) تاکہ خدا دنیا والوں پہ یہ ظاہر کر دے کہ اس کے رسولوں نے اپنے پروردگار کے تمام پیغامات ٹھیک ٹھیک پہنچا دیئے ہیں۔"

اس مقام پر ہم اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کے لئے حضرت شاہ عبدالقادر رح کا حاشیہ تحریر کر دینا کافی سمجھتے ہیں :

"یعنی رسول کو خبر دیتا ہے غیب کی، پھر چوکیدار (فرشتے) رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ کہ شیطان اس میں دخل کرنے نہ پاوے اور اپنا (رسول کا) نفس غلط نہ سمجھے۔ یہ معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو عصمت ہے اور کو نہیں اور ان کا معلوم "بیشک" ہے اوروں کے معلوم میں شبہ ہے۔"

پاکیزہ نگاہی :

علامہ ابن حزم "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہی ہوا کرتے ہیں۔ ان سے گناہ صادر ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان

ہے کہ :

"ماکان لنبی ان یکون لہٗ خائنۃ الاعین"

"کوئی نبی در زیدہ نگاہ نہیں ہوتا۔"

حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ایک ایسے موقع کی یادگار ہے جب عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کے متعلق ایک انصاری نے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ "فھلا اومأت" "کیا آپ کا اشارہ نہیں ہوا تھا؟" اس موقع پر حضور علیہ السلام نے نہ صرف اپنی ذات سے بلکہ دیگر تمام انبیار علیہم السلام کی بابرکت ہستیوں سے دفع الزام کے طور وہ جملہ فرمایا تھا جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس مقام پر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ در زیدہ نگاہی ظاہر و باطن کے باہمی تضاد یا دیگر امور معاصی سے بہت ہلکا گناہ ہے۔ بنا بریں اس استدلال میں تمام گناہ آگئے چھوٹے ہوں خواہ بڑے، ظاہری ہوں خواہ باطنی، کیونکہ جب چھوٹے چھوٹے گناہوں سے انبیار علیہم الصلوٰۃ معصوم ہوتے ہیں تو کیا بڑے نو بادلی معصوم ہونگے۔

نشانِ راہ :

ذاتِ اقدس نے کتابِ حمید میں ایک مقام پر چند انبیار کا تذکرہ کر کے فرمایا ہے :

"اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ" (الانعام)

"یہ لوگ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اس لئے ان کے نقشِ قدم پر چلو۔"

اس آیت کی روشنی میں یہ بات حدِ یقین تک قابلِ تسلیم ہے کہ اگر حضرات انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی نبی سے قصداً کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ سرزد ہوا ہے تو گویا خدا ہمیں گناہ کرنے اور معاصی و مناہی میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور گناہوں کی طرف بلاتا ہے حالانکہ اس قسم کی بات صریح کفر اور واضح شرک ہے۔ اس لئے یہ بات بہ تمام و کمال صراحت اور یقین کے ساتھ ثابت ہوگی کہ انبیار علیہم السلام کے تمام افعال جنکو وہ اپنے دائرہ عمل میں لاتے ہیں، خیر اور حق ہوتا ہے۔ اور گناہ وغیرہ کا دانستہ خیال تک کبھی بھی ان کے ذہن میں نہیں آتا۔ فھو المقصود!

(باقی آئندہ ان شار اللہ!)